ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2908

Program: BS Islamic Studies

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ — شعبہ حدیث وعلوم حدیث

کورس: مطالعہ مصادر حدیث - II(2908) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 0

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: احادیث کی روشنی میں روزے سے متعلق تعلیمات پر نوٹ (20 نمبر)

سوال نمبر 1: احادیث کی روشنی میں روزہ سے متعلق تعلیمات پر نوٹ لکھیں۔ (20)

تعارف

روزہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ہے اور قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیثِ نبویہ میں اس کی فضیلت، آداب اور احکام کی مفصل تعلیمات موجود ہیں۔ سوال میں احادیث کی روشنی میں روزے سے متعلق تعلیمات پر نوٹ لکھنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ یہ نوٹ بنیادی کتبِ حدیث، خصوصاً صحیح بخاری و صحیح مسلم کے کتاب الصوم اور سنن و مسانید کے متعلقہ ابواب میں منقول تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ اس تحریر میں احادیث کے مفاہیم اپنے الفاظ میں پیش کیے گئے ہیں اور معروف کتب کی طرف نسبت بھی ساتھ کر دی گئی ہے؛ عربی متن اور دقیق حوالے کی تصدیق کے لیے طالب علم درسی کتاب اور اصل مصادر سے رجوع کرے، اسی لیے کسی لفظی اقتباس کو حتمی متن کے طور پر پیش نہیں کیا گیا۔ ذیل میں روزے کی حقیقت و فرضیت، اس کی فضیلتیں، اخلاقی و روحانی تربیت، سحری و افطار کے آداب، روزے کی حفاظت کے احکام، اور قضا و رخصت سے متعلق عمومی تعلیمات کو عنوانات میں بیان کیا گیا ہے۔ فقہی جزئیات میں مکاتبِ فکر کی تفصیلی آراء موجود ہیں، اس لیے یہاں صرف متفقہ یا عمومی بات بیان کیے گئے ہیں اور کسی ذاتی مسئلے میں رائے کے لیے مستند اہلِ علم کی طرف رجوع کی تلقین کی گئی ہے۔

روزے کی حقیقت اور فرضیت

حدیث کی مشہور تعلیم، جو اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہونے کی حدیث (صحیح بخاری و مسلم) میں آئی ہے، روزے کو شہادت، نماز اور زکاۃ و حج کے ساتھ اسلام کے ارکان میں شمار کرتی ہے۔ قرآن مجید نے رمضان کے روزوں کی فرضیت اور اس کا مقصد تقویٰ کا حصول بیان کیا ہے، اور احادیث نے اس فرضیت کی عملی تفصیل دی ہے: چاند دیکھ کر روزہ رکھنا اور چاند دیکھ کر افطار کرنا، یعنی رمضان کا آغاز و اختتام رؤیتِ ہلال سے وابستہ ہے، اور شک کے دن میں احتیاط کی تعلیم بھی انہی روایات میں ملتی ہے۔ روزے کی حدیثی تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور دیگر مفسدات سے اللہ کی رضا کے لیے رکا جائے اور نیت اس عبادت کی بنیاد ہو، کیونکہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ احادیث میں روزے کو پچھلی امتوں پر بھی فرض ہونے اور اس امت کے لیے رمضان کی خصوصیت رکھنے کا ذکر آتا ہے، اور یہ بھی کہ روزہ صرف بھوک پیاس کا

نام نہیں بلکہ پورے وجود کی عبادت ہے۔ اس بنیادی تصویر سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ روزے کی تعلیمات تین دائروں میں پھیلی ہوئی ہیں: اعتقادی دائرہ، یعنی اس کی فرضیت و عبادتی حیثیت؛ اخلاقی دائرہ، یعنی اس کی تربیتی شرائط؛ اور عملی دائرہ، یعنی اس کے اوقات، آداب اور رخصتیں۔ یہی ترتیب آگے کے عنوانات میں اختیار کی گئی ہے۔

روزے کی فضیلتیں احادیث کی روشنی میں

احادیث میں روزے کی فضیلت کو غیر معمولی الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ حدیثِ قدسی کے مفہوم کے مطابق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا، کیونکہ بندہ اپنی خواہش اور کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑتا ہے؛ اس خصوصیت نے روزے کو خالص ترین عبادت بنا دیا ہے جس میں ریا کی گنجائش سب سے کم ہے۔ اسی حدیث میں روزے کو ڈھال قرار دیا گیا ہے، یعنی یہ گناہوں اور جہنم سے بچاؤ کا قلعہ ہے، روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ کہا گیا ہے، اور روزے دار کے لیے دو خوشیاں بیان کی گئی ہیں: ایک افطار کے وقت اور دوسری اللہ سے ملاقات کے وقت۔ دوسری مشہور تعلیم یہ ہے کہ جنت کا ایک دروازہ "ریّان" ہے جس سے صرف روزے دار داخل ہوں گے اور ان کے داخلے کے بعد وہ بند کر دیا جائے گا (صحیح بخاری و مسلم)۔ تیسری فضیلت یہ ہے کہ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے، یعنی پورا ماحول نیکی کے لیے سازگار بنا دیا جاتا ہے۔ چوتھی فضیلت گناہوں کی مغفرت ہے: جو شخص ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اور رمضان سے رمضان تک کے درمیانی گناہوں کی بخشش کا سلسلہ بھی انہی بشارتوں میں شامل ہے۔ پانچویں فضیلت یہ ہے کہ روزے دار کی دعا رد نہیں ہوتی، خصوصاً افطار کے وقت کی دعا کو قبولیت کا خاص وقت قرار دیا گیا ہے۔ ان فضائل سے اندازہ ہوتا ہے کہ احادیث نے روزے کو محض ایک موسمی رسم نہیں بلکہ اللہ سے خاص تعلق پیدا کرنے والی عظیم عبادت قرار دیا ہے۔

روزے کی اخلاقی و روحانی تعلیمات

احادیث میں روزے کی سب سے گہری تعلیم اس کا اخلاقی پہلو ہے۔ ایک مشہور حدیث کا مفہوم ہے کہ جو شخص (روزے کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کرے تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں (صحیح بخاری)۔ اس ایک جملے نے روزے کی پوری فلسفیانہ بنیاد کھول دی ہے کہ مقصود صرف معدے کا روزہ نہیں

بلکہ زبان، آنکھ، کان اور دل کا روزہ بھی ہے۔ اسی طرح تعلیم دی گئی کہ روزہ ڈھال ہے، اس لیے روزے دار نہ فحش کلامی کرے نہ جہالت کا مظاہرہ، اور اگر کوئی اس سے لڑے یا گالی دے تو وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔ غیبت، چغلی، جھوٹی گواہی، نگاہ کی بے احتیاطی اور غصے کو روزے کی روح کے خلاف قرار دیا گیا ہے، اور یہ بھی بیان ہوا کہ کتنے ہی روزے دار ایسے ہیں جنہیں بھوک پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ انہوں نے روزے کی اخلاقی شرائط پوری نہیں کیں۔ روزے کی روحانی تعلیمات میں صبر کی تربیت سرِفہرست ہے: روزے کو صبر کا مہینہ کہا گیا ہے اور صبر کا ثواب جنت سے جوڑا گیا ہے۔ بھوک کا تجربہ انسان میں غریب و مسکین کے لیے ہمدردی پیدا کرتا ہے، اسی لیے رمضان میں صدقہ و افطار کرانے کی خاص ترغیب دی گئی ہے، اور حدیث کے مفہوم کے مطابق روزے دار کو افطار کرانے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا روزے دار کو، بغیر اس کے اجر میں کمی کے۔ یہ تعلیمات ثابت کرتی ہیں کہ احادیث کی نظر میں روزہ فرد کی اصلاح کے ساتھ معاشرے کی خدمت کا ذریعہ بھی ہے۔

جدول 1: روزے کی حدیثی تعلیمات — اجمالی خاکہ

نمایاں تعلیمات	شعبہ
اسلام کے ارکان میں شامل؛ رؤیتِ ہلال، نیت اور فجر تا غروب امساک	فرضیت و حقیقت
حدیثِ قدسی میں خاص اجر؛ ڈھال؛ باب الریان؛ مغفرت کی بشارتیں	فضیلت
جھوٹ و فحش و غیبت کی ممانعت؛ صبر، تقویٰ اور ہمدردی کی تربیت	اخلاقی تربیت
سحری کی برکت؛ افطار میں جلدی؛ کھجور یا پانی سے افطار؛ دعا کی قبولیت	آداب
مسافر و مریض کے لیے رخصت؛ بعد میں قضا؛ فدیے کے عمومی اصول	رخصت و قضا

سحری، افطار اور دیگر عملی آداب

احادیث میں روزے کے عملی آداب کی بھی مفصل رہنمائی ہے۔ سحری کے بارے میں فرمایا گیا کہ سحری کھاؤ، اس میں برکت ہے (صحیح بخاری و مسلم)، اور اس امت کے روزے اور اہلِ کتاب کے روزے کے درمیان فرق سحری ہی کو قرار دیا گیا۔ سحری کو آخر وقت تک مؤخر کرنے اور افطار میں جلدی کرنے کو فطرت اور خیر سے جوڑا گیا ہے، اور یہ تعلیم بھی ہے کہ جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے، خیر پر قائم رہیں گے۔ افطار کی سنت صورت یہ بیان ہوئی کہ تازہ کھجوروں سے، ورنہ خشک کھجوروں سے، ورنہ پانی کے چند گھونٹ سے افطار کیا جائے، اور افطار کے وقت دعا کی جائے کیونکہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ نماز کے بارے میں بھی ترتیب سکھائی گئی کہ پہلے افطار کرے پھر نماز پڑھے۔ رمضان کی راتوں میں قیام (تراویح) کی ترغیب بھی انہی تعلیمات کا حصہ ہے، اور آخری عشرے میں عبادت میں اضافے، اعتکاف اور لیلۃ القدر کی تلاش کی تاکید ہے، جسے ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ نفلی روزوں کے بارے میں بھی رہنمائی موجود ہے: شوال کے چھ روزے، عاشورا و عرفہ کے روزے، سوموار و جمعرات اور ایامِ بیض کے روزے مختلف احادیث میں آئے ہیں، جبکہ مسلسل بلا افطار روزے (وصال) اور سال بھر کے مسلسل روزوں کی حوصلہ شکنی بھی کی گئی ہے تاکہ اعتدال برقرار رہے اور جسم و اہلِ خانہ کے حقوق متاثر نہ ہوں۔ ان آداب کا مجموعہ بتاتا ہے کہ شریعت نے روزے کو ایک متوازن نظامِ زندگی بنایا ہے، نہ کہ محض مشقت کا نام۔

رخصتیں، قضا اور احتیاطی پہلو

احادیث و قرآن کی مجموعی تعلیم یہ ہے کہ روزہ استطاعت پر مبنی عبادت ہے۔ سفر اور بیماری میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی گئی ہے اور بعد میں اتنے ہی دنوں کی قضا کا حکم ہے؛ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے دونوں صورتوں کی عملی مثالیں دی ہیں اور حالات کے اعتبار سے آسان صورت اختیار کرنے کی تعلیم فرمائی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کی رخصتوں پر بھی اسی طرح عمل ہو جس طرح اس کے عزائم پر ہوتا ہے۔ حاملہ و مرضعہ، بوڑھے اور دائمی مریض کے لیے بھی اہلِ علم نے نصوص کی روشنی میں رخصت و فدیے کے اصول بیان کیے ہیں، جن کی تفصیل فقہی کتب میں ملتی ہے۔ احادیث میں روزہ توڑنے والے امور سے ناواقفی یا بھول سے کھا پینے والے کے بارے میں نرمی بھی آئی ہے کہ بھول کر کھا پینے والے کا روزہ برقرار رہتا ہے کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا پلایا۔ اس کے برعکس قصداً ترک کرنے کی وعید بھی تعلیمات کا

حصہ ہے تاکہ اس رکن کی عظمت قائم رہے۔ یہاں یہ اصول پھر دہرانا مناسب ہے کہ کسی خاص شخص کے مرض، سفر یا حالت میں شرعی حکم کیا ہوگا، یہ مسئلہ اس کے حالات کے ساتھ مستند علماء سے پوچھنے کا ہے؛ اس نوٹ کا مقصد اصولی تعلیمات کا تعارف ہے، فتویٰ دینا نہیں۔ اس توازن، یعنی فرضیت کی تاکید کے ساتھ کمزوری کا لحاظ، سے روزے کی تعلیمات کا رحمت بھرا پہلو روشن ہوتا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث کی روشنی میں روزہ اسلام کا عظیم رکن ہے جس کی فرضیت، نیت و رؤیتِ ہلال جیسی بنیادیں، حدیثِ قدسی میں خاص اجر و باب الریان جیسی فضیلتیں، جھوٹ و فحش سے رک کر تقویٰ حاصل کرنے کی اخلاقی تربیت، سحری و افطار کے مسنون آداب، تراویح، اعتکاف و لیلۃ القدر کی ترغیبات، اور مسافر و مریض کے لیے رخصت و قضا کے اصول، یہ سب اس کی مکمل تعلیمات ہیں۔ ان تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ روزہ صرف بھوک پیاس نہیں بلکہ تقویٰ، صبر، ہمدردی اور اللہ سے قرب کا مہینہ ہے، اور اسی صورت میں یہ ڈھال اور مغفرت کا ذریعہ بنتا ہے جس کا وعدہ احادیث میں کیا گیا ہے۔

سوال نمبر 2: امام دار قطنی کے علمی حالات اور سننِ دار قطنی کے خصائص (20 نمبر)

سوال نمبر 2: امام دار قطنی کے علمی حالات اور سنن دار قطنی کے خصائص قلمبند کریں۔ (20)

تعارف

امام ابوالحسن علی بن عمر الدار قطنی (306ھ تا 385ھ) چوتھی صدی ہجری کے ان محدثین میں سے ہیں جنہیں علل حدیث اور تنقید روایت کا امام تسلیم کیا گیا۔ سوال کے دو حصے ہیں: پہلے ان کے علمی حالات بیان کیے جائیں اور پھر ان کی مشہور کتاب سنن الدار قطنی کے خصائص قلمبند کیے جائیں۔ دار قطنی کی اہمیت کورس "مطالعہ مصادر حدیث" میں اس لیے ہے کہ ان کی سنن عام سنن سے مختلف مزاج رکھتی ہے: یہ صرف احکام کی کتاب نہیں بلکہ احادیث کی پرکھ، ضعیف روایات کی نشان دہی اور فقہی مسائل کی سندی

تحقیق کا خزانہ بھی ہے۔ اس جواب میں ان کی ولادت و تعلیم، اساتذہ و اسفار، منہجِ تنقید، نمایاں تصانیف، وفات و مقام کے بعد سنن کے موضوع، ترتیب، شرط، فقہی مزاج، علل نگاری اور اس کے استعمال میں احتیاط جیسے نکات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ سارا بیان کتبِ تراجم و تاریخِ حدیث، خصوصاً خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد اور ذہبی کی سیر اعلام النبلاء، کے عمومی خاکے کی روشنی میں ہے؛ جہاں علماء کی آ[illegible] تنوع ہے وہاں اس کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے، کیونکہ مصدر کے مطالعے میں اس کا مقام وہی ہے جو اہلِ فن نے دیا ہے۔

علمی حالات: ولادت، تعلیم اور اساتذہ

امام دار قطنی کی ولادت تین سو چھ ہجری میں بغداد کے محلے "دار القطن" میں ہوئی، جس کی نسبت سے وہ دار قطنی کہلائے۔ ان کے والد عمر الحدیث کے شوقین لوگوں میں سے تھے اور گھر کا ماحول علمی تھا، اسی لیے وہ بچپن ہی سے مجالسِ حدیث میں شریک ہونے لگے۔ بغداد اس دور میں علم کا عالمی مرکز تھا؛ دار قطنی نے یہیں کبار شیوخ سے سماع کیا، جن میں ابو القاسم بغوی، ابن صاعد، ابن ابی داؤد اور قاضی المحاملی جیسے نام نمایاں ہیں۔ کم عمری میں ہی ان کے غیر معمولی حافظہ کی شہرت ہو گئی تھی اور یہ بات ان کے تذکروں میں خاص طور پر نقل ہوئی ہے کہ وہ حدیث سن کر اس کی سند و متن کے بارے میں حیران کن ضبط کا مظاہرہ کرتے تھے۔ بعد میں انہوں نے طلبِ علم کے لیے شام و مصر کے اسفار کیے، مصر میں انہوں نے قیام بھی کیا اور وہاں کے شیوخ سے استفادہ کیا۔ انہوں نے فقہ میں شافعی مکتب کی تربیت پائی اور نحو و ادب و قراءت میں بھی مہارت حاصل کی، حتیٰ کہ ادب و شعر میں ان کا ذوق مشہور ہوا اور دیوانِ متنبی کی روایت سے بھی ان کا تعلق نقل ہوتا ہے۔ اس جامع تعلیم نے ان کی شخصیت کو یک رخا محدث نہیں بلکہ فقیہ، نحوی اور ناقد تینوں حیثیتوں کا حامل بنا دیا، اور یہی وسعت ان کی سنن کے اسلوب میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔

تصانیف، منہجِ تنقید اور علمی مقام

دار قطنی کی تصانیف میں سب سے شاندار "کتاب العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویہ" ہے، جو احادیث کی پوشیدہ علتوں پر لکھی گئی عظیم کتاب ہے اور بعد کے محدثین، مثلاً ابن حجر، کے لیے اس موضوع کا مرکزی ماخذ رہی۔ اس کے علاوہ "المؤتلف والمختلف" اسماءِ رجال کی مشابہت و اختلاف پر اہم کتاب ہے، "الضعفاء والمتروکون" جرح کے موضوع پر، "الالزامات والتتبع" میں انہوں نے صحیحین کی بعض احادیث پر علمی تنقیدی نکات اٹھائے جو آج بھی تحقیق کا موضوع ہیں، اور متعدد اجزاء و رسائل ان کی طرف منسوب

ہیں۔ ان کے منہج کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کتاب لکھتے ہوئے محض راوی نہیں بنتے بلکہ ناقد بھی ہوتے ہیں: روایت نقل کر کے اس کی سند پر کلام، راوی کی تضعیف یا توثیق کی تصریح، اور مختلف طرق کا مقابلہ ان کے اسلوب کا حصہ ہے۔ ان کے علمی مقام پر اہلِ فن کا اتفاق ہے: خطیب بغدادی نے انہیں اپنے دور کی حدیث شناسی کا مرجع قرار دیا، دار قطنی کے بارے میں یہ قول مشہور ہے کہ وہ امیر المؤمنین فی الحدیث کے درجے کے محدث تھے، اور ذہبی نے انہیں امام، حافظ اور علل کے ماہر کے القاب سے یاد کیا۔ ان کی وفات تین سو پچاسی ہجری میں بغداد میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی زندگی کا یہ خاکہ بتاتا ہے کہ وہ چوتھی صدی کے اس تنقیدی موڑ کے نمائندہ ہیں جہاں حدیث کی روایت کے ساتھ اس کی پرکھ کا فن بھی پختگی کو پہنچ گیا تھا۔

سننِ دار قطنی: تعارف اور ترتیب

سنن الدار قطنی ان کی مشہور کتاب ہے جو فقہی ابواب پر مرتب احادیثِ احکام کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب الطہارۃ سے شروع ہو کر نماز، زکاۃ، صیام، حج، بیوع اور دیگر تمام فقہی ابواب پر مشتمل ہے اور مطبوعہ صورت میں کئی جلدوں میں شائع ہوتی ہے۔ ظاہری ترتیب عام سنن جیسی ہے: کتاب، اس کے ابواب، اور ہر باب کے تحت اس موضوع کی روایات مکمل اسانید کے ساتھ۔ تاہم اندرونی مزاج کے اعتبار سے یہ کتاب سننِ اربعہ سے مختلف ہے۔ دار قطنی کا مقصد محض عمل کرنے کے لیے احادیث کی فراہمی نہیں تھا بلکہ احکام کے باب میں وارد ہر قسم کی روایت کو اس کی اسناد کے ساتھ سامنے لانا تھا تاکہ محقق کو معلوم ہو کہ کس مسئلے میں کون سی روایات آئی ہیں اور ان کا درجہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں صحیح و حسن کے ساتھ ضعیف روایات بھی کثرت سے ملتی ہیں، اور خود مصنف بہت سی جگہوں پر ان کی ضعف کی تصریح بھی کر دیتے ہیں۔ بعض علماء نے اس کتاب کے مزاج کو یہ کہہ کر بیان کیا ہے کہ یہ دراصل احادیثِ احکام کی علل و جرح کو دکھانے کے لیے لکھی گئی ہے، اس لیے اس سے استدلال کرنے سے پہلے ہر حدیث کے درجے کی تحقیق ضروری ہے۔ اس کتاب کے مصادر میں مصنف کے بغداد، شام و مصر کے شیوخ شامل ہیں اور اس کی روایت ان کے تلامذہ کے ذریعے آگے پھیلی۔

جدول 1: سننِ دار قطنی کے نمایاں خصائص

خصوصیت	وضاحت

کتاب الطہارۃ تا آخری ابواب؛ احادیثِ احکام کا جامع مجموعہ	فقہی ترتیب
صحیح، حسن اور ضعیف سب شامل — مقصد دلائل کا پورا نقشہ پیش کرنا ہے	تمام اقسام کی روایات
مصنف جگہ جگہ راویوں کی جرح و تعدیل اور روایت کے درجے کی تصریح کرتے ہیں	اسناد پر کلام
بہت سی ایسی روایات جو عام کتب میں نہیں ملتیں، یہاں محفوظ ہیں	غرائب و منفردات
کتاب میں ہر آنے والی حدیث قابلِ استدلال نہیں؛ تحقیق کے بغیر نقل درست نہیں	استدلال میں احتیاط

سنن دار قطنی کے خصائص کی تفصیل

سنن دار قطنی کے خصائص کو چند نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ پہلا وصف جامعیتِ دلائل ہے: کسی فقہی مسئلے میں جتنے طرق سے روایات آئی ہیں مصنف انہیں جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے یہ کتاب فقیہ و محقق دونوں کے لیے موازناتی مطالعے کا خزانہ ہے۔ دوسرا وصف تنقیدی تصریحات ہیں: "اس کی سند ضعیف ہے"، "یہ راوی متروک ہے"، "یہ روایت ثابت نہیں" جیسی عبارتیں کتاب میں بکثرت آتی ہیں، اور یہی عبارتیں بعد کے محققین کے لیے رہنما بنیں۔ تیسرا وصف غرائب کی کثرت ہے: اس کتاب میں ایسی منفرد اسانید و متون ملتے ہیں جو دیگر کتب میں نایاب ہیں، اس سے اس کی مصدری قدر بڑھ جاتی ہے کیونکہ محقق کسی حدیث کے طرق تلاش کرتے ہوئے لازمی طور پر اس کتاب سے رجوع کرتا ہے۔ چوتھا وصف فقہی مسائل سے براہِ راست تعلق ہے: مصنف نے بہت سے ابواب ان مسائل پر باندھے ہیں جن میں فقہاء کا اختلاف رہا ہے، اس لیے یہ کتاب فقہِ مقارن کے مطالعے میں خاص فائدہ دیتی ہے۔ پانچواں وصف یہ ہے کہ یہ کتاب مصنف کے علل شناسی کے کمال کا آئینہ ہے، اور اس میں شامل بہت سی روایات پر ان کا کلام ان کی الگ کتاب العلل کی طرف بھی رہنمائی کرتا ہے۔ ساتھ ہی یہ احتیاطی نکتہ بھی خصائص ہی کا حصہ سمجھنا چاہیے کہ اس کتاب کی ہر روایت کو صحیح

سمجھ لینا درست نہیں؛ بعض متاخرین نے یہ غلط فہمی بھی پائی جاتی ہے کہ سنن میں آنا صحت کی دلیل ہے، حالانکہ خود مصنف کے منہج سے واضح ہے کہ انہوں نے جمع اور پرکھ دونوں کام ایک ساتھ کیے ہیں۔ اس کتاب کی بعض جدید مطبوعہ اشاعتوں میں محققین، مثلاً شعیب ارناؤوط وغیرہم کی نگرانی میں چھپنے والے نسخوں میں، احادیث پر درجہ بندی کی تحقیقات بھی شامل کی گئی ہیں جن سے آج کے قارئ کو فائدہ ہوتا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ امام دارقطنی (306ھ تا 385ھ) بغداد کے عظیم حافظ، فقیہ اور ناقدِ حدیث تھے جنہوں نے کم عمری سے علم حاصل کیا، شام و مصر کے اسفار کیے، کتاب العلل اور المؤتلف والمختلف جیسی بنیادی کتابیں لکھیں اور امیر المؤمنین فی الحدیث جیسا مقام پایا۔ ان کی سنن فقہی ابواب پر مرتب احادیثِ احکام کا جامع مجموعہ ہے جس کے خصائص میں دلائل کی جامعیت، ضعیف روایات سمیت ہر درجے کی شمولیت، اسناد پر مصنف کی تنقیدی تصریحات، غرائب کی کثرت اور فقہِ مقارن کے لیے افادیت شامل ہیں، اور یہ بنیادی احتیاط بھی اسی کے خصائص کا حصہ ہے کہ اس کی ہر روایت کو اس کے درجے کی تحقیق کے بعد ہی استدلال میں استعمال کیا جائے۔ یہی خصوصیات اس کتاب کو مصادرِ حدیث میں منفرد مقام دیتی ہیں۔

سوال نمبر 3: سننِ بیہقی کی روشنی میں حج سے متعلق تعلیمات پر نوٹ (20 نمبر)

سوال نمبر 3: سننِ بیہقی کی روشنی میں حج سے متعلق تعلیمات پر نوٹ لکھیں۔ (20)

تعارف

امام ابو بکر احمد بن حسین البیہقی (384ھ تا 458ھ) کی "السنن الکبریٰ"، جو عام طور پر سننِ بیہقی کے نام سے معروف ہے، احادیثِ احکام کے سب سے بڑے ذخائر میں سے ہے۔ سوال میں اسی کتاب کی روشنی میں حج سے متعلق تعلیمات پر نوٹ لکھنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ بیہقی نے اپنی سنن کو فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے اور کتاب الحج اس کا ایک

مفصل حصہ ہے، جس میں حج کی فرضیت سے لے کر مناسک کی جزئیات تک ہر مسئلے کی روایات جمع کی گئی ہیں۔ اس نوٹ میں پہلے سننِ بیہقی کا مختصر تعارف دیا جائے گا، پھر اس کی کتاب الحج کی روشنی میں حج کی فرضیت و فضیلت، احرام و تلبیہ، مکہ میں داخلہ و طواف، سعی، وقوفِ عرفات، مزدلفہ و منیٰ کے اعمال، رمی و قربانی و حلق، طوافِ وداع اور حجۃ الوداع کے مجموعی خاکے کو عنوانات میں پیش کیا جائے گا۔ احادیث کے مفاہیم اپنے الفاظ میں دیے گئے ہیں اور جہاں مشہور احادیث کا حوالہ ہے وہاں ان کے معروف مصادر (صحیحین و سنن) کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے، کیونکہ بیہقی کی کتاب انہی روایات کو فقہی ترتیب سے یکجا کرتی ہے؛ عربی متن کی تصدیق کے لیے اصل کتاب سے رجوع ضروری ہے۔ فقہی اختلافات کی تفصیل اس نوٹ کا موضوع نہیں، اصولی و عمومی معلومات ہی بیان کی گئی ہیں۔

سننِ بیہقی کا مختصر تعارف

امام بیہقی خراسان کے قصبے بیہق (سبزوار کے نواح) سے تعلق رکھتے تھے، اسی لیے بیہقی کہلائے۔ انہوں نے نیشاپور کے ممتاز محدث حاکم ابو عبداللہ (صاحبِ مستدرک) سمیت متعدد شیوخ سے علم حاصل کیا اور عراق و حجاز کے اسفار بھی کیے۔ ان کی تصانیف میں السنن الکبریٰ، السنن الصغریٰ، شعب الایمان، دلائل النبوۃ اور معرفۃ السنن والآثار نمایاں ہیں۔ السنن الکبریٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فقہی مسائل پر وارد احادیث و آثار کا بہت بڑا ذخیرہ مکمل اسانید کے ساتھ جمع ہے، مصنف بہت سی جگہوں پر روایات پر کلام بھی کرتے ہیں اور فقہِ شافعی کے دلائل کی یہ کتاب بنیادی مصدر تسلیم کی جاتی ہے، تاہم اس سے استفادہ تمام مکاتب کے محققین کرتے ہیں۔ حج کے بارے میں اس کتاب کی افادیت یہ ہے کہ مناسک کے ہر مرحلے پر صحابہ و تابعین کے آثار سمیت روایات یکجا مل جاتی ہیں، اور خصوصاً سیدنا جابر بن عبداللہؓ کی طویل حدیث، جس میں حجۃ الوداع کی مکمل تفصیل ہے اور جو صحیح مسلم میں بھی موجود ہے، اس کتاب کے کتاب الحج کی بنیادی روایتوں میں سے ہے۔ اسی حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے دستور کی حیثیت دی کہ مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو۔ اس پس منظر کے ساتھ اب ان تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو سننِ بیہقی کے کتاب الحج میں منظم صورت میں ملتی ہیں۔

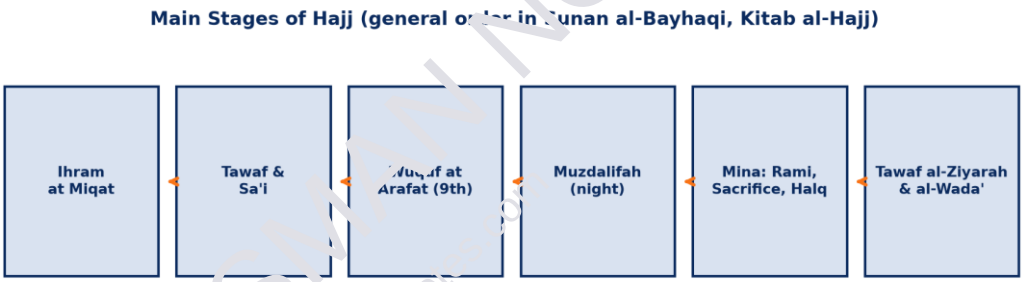
حج کی فرضیت، فضیلت اور استطاعت

سننِ بیہقی کی تعلیمات کی ابتدا حج کی بنیاد سے ہوتی ہے: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہونے کی حدیث میں حج بھی شامل ہے، اور قرآن مجید نے بیت اللہ کے حج کو ان لوگوں پر فرض قرار دیا ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ بیہقی نے استطاعت کی تشریح میں زاد و راحلہ (خرچ و سواری) اور راستے کے امن و بدن کی صحت سے متعلق روایات جمع کی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فرضیت مشقتِ غیر معمولی پر نہیں بلکہ عام استطاعت پر ہے۔ فضیلت کے باب میں نمایاں تعلیمات یہ ہیں کہ مبرور (مقبول) حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں اور مبرور وہ ہے جس میں گناہ و فسوق سے پرہیز ہو؛ حج کرنے والا اس طرح گناہوں سے پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا؛ اور حج و عمرہ گناہوں و فقر کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کی میل دور کرتی ہے۔ بیہقی نے عورت کے لیے بھی حج کی افادیت و فضیلت کی روایات درج کی ہیں اور جہاد کے متبادل کے طور پر حج و عمرے کی اہمیت کو بھی ان ابواب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ نیز یہ تعلیم بھی ان ابواب میں ملتی ہے کہ حج واجب ہو جانے کے بعد اس میں تاخیر مناسب نہیں اور استطاعت کے ہوتے ہوئے اسے زندگی میں ایک مرتبہ ادا کرنا فرض ہے، اس سے زائد نفل ہے۔ یہ بنیادی تعلیمات حاجی کے دل میں اس سفر کی عظمت بٹھا دیتی ہیں کہ یہ محض رسم نہیں بلکہ زندگی کی سب سے بڑی عبادتی مہم ہے۔

احرام، تلبیہ اور مکہ مکرمہ میں آمد و طواف

مناسک کا آغاز احرام سے ہوتا ہے اور سننِ بیہقی میں مواقیت کی روایات مفصل ہیں: مختلف سمتوں سے آنے والوں کے لیے ذوالحلیفہ، جحفہ، قرن المنازل، یلملم اور ذاتِ عرق جیسے مقامات مقرر کیے گئے ہیں، اور یہ تعلیم بھی ہے کہ مکہ کے اندر رہنے والے اپنے مقام ہی سے احرام باندھیں۔ احرام سے پہلے غسل و خشبو کے استعمال اور احرام کی دو رکعتوں کی روایات بھی کتاب میں موجود ہیں۔ احرام کے بعد تلبیہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جس کا مفہوم اللہ کے حضور حاضری کا اعلان ہے، اور بیہقی نے تلبیے کی فضیلت کی روایات بھی درج کی ہیں کہ تلبیہ کہنے والے کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں کی چیزیں اس کے ساتھ گواہی دیتی ہیں، اور حاجی کے لیے بآوازِ بلند تلبیہ کہنے کی ترغیب بھی آئی ہے۔ مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف پہلا بڑا عمل ہے: طوافِ قدوم، اس کے سات چکر، پہلے تین چکروں میں رمل (اکڑ کر تیز چلنا) اور اضطباع (چادر دائیں کاندھے کے نیچے سے

نکالنا) کی روایات، حجرِ اسود کے استلام اور رکنِ یمانی کو چھونے کی تفصیل، دو رکعت نمازِ طواف مقامِ ابراہیم کے پاس پڑھنے کی تعلیم، اور ملتزم پر دعا کی فضیلت، یہ سب کتاب الحج کے نمایاں موضوعات ہیں۔ اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی آتی ہے، جس کے بارے میں قرآن نے کہا کہ یہ دونوں اللہ کے شعائر میں سے ہیں، اور بیہقی نے سعی کے سات چکروں، صفا سے آغاز اور دونوں سبز نشانوں کے درمیان دوڑنے کی روایات بھی جمع کی ہیں۔ یہ تمام تعلیمات بتاتی ہیں کہ مناسک کی ہر جزئی نبوی عمل سے ثابت ہے اور حاجی کا کام اسی سنت کی پیروی ہے۔



شکل 1: مناسکِ حج کی عمومی ترتیب — سننِ بیہقی کے کتاب الحج کے ابواب کی روشنی میں

عرفات، مزدلفہ اور منیٰ کے اعمال

حج کا قلب وقوفِ عرفات ہے، اور مشہور تعلیم "الحج عرفہ" (حج عرفات ہی ہے) اس کتاب کے ابواب میں نمایاں ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ نو ذوالحجہ کو عرفات میں ٹھہرنا حج کا وہ رکن ہے جس کے فوت ہونے سے حج ہی فوت ہو جاتا ہے۔ بیہقی نے اس دن کی فضیلت کی روایات بھی درج کی ہیں کہ اس دن سے زیادہ کسی دن جہنم سے آزادی نہیں ملتی اور اللہ تعالیٰ اہلِ عرفات پر فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے، اور یہ بھی کہ عرفات میں ظہر و عصر کی نمازیں جمع و قصر کر کے پڑھی جاتی ہیں اور دعا و ذکر میں مشغول رہنا اس دن کا اصل کام ہے۔ غروب کے بعد حاجی مزدلفہ کی طرف سکون و وقار سے روانہ ہوتا ہے، وہاں مغرب و عشاء جمع کرتا ہے، رات قیام کرتا ہے، فجر کی نماز و دعا کے بعد منیٰ کی طرف چلتا ہے۔ دس ذوالحجہ کو منیٰ میں ترتیب وار جمرۂ عقبہ کی رمی، قربانی اور حلق (بال منڈوانا یا کٹوانا) کے اعمال آتے ہیں، جن کی ترتیب اور آسانی کے بارے میں حجۃ الوداع کی وہ مشہور روایات کتاب میں موجود ہیں کہ جن لوگوں نے ترتیب آگے پیچھے کر دی ان سے فرمایا گیا کہ کوئی حرج نہیں۔ ایامِ تشریق (گیارہ تا تیرہ ذوالحجہ) میں منیٰ میں قیام،

تینوں جمرات کی رمی اور ذکر وطعام کے ایام ہونے کی تعلیمات بھی ان ابواب میں ملتی ہیں۔ رمی کے کنکروں کے حجم، اوقات اور ترتیب کی جزئیات بھی بیہقی نے آثار سمیت جمع کی ہیں۔ ان تعلیمات کا جامع خاکہ یہ ہے کہ مناسک کی ترتیب سنت سے ثابت ہے، لیکن اس میں وسعت و آسانی کا پہلو بھی تعلیمات ہی کا حصہ ہے، اور ضرورت کے مسائل میں اہلِ علم کی رہنمائی لینا ہی محفوظ طریقہ ہے۔

جدول 1: مناسکِ حج کا خلاصہ — سننِ بیہقی کے ابواب کی روشنی میں

مرحلہ	نمایاں تعلیمات
احرام و میقات	مقررہ مواقیت سے احرام؛ غسل و تلبیہ؛ محظوراتِ احرام سے پرہیز
طواف و سعی	سات چکر، رمل و اضطباع، مقامِ ابراہیم پر دو رکعت؛ صفا و مروہ کے سات چکر
وقوفِ عرفات (9 ذوالحجہ)	حج کا عظیم رکن؛ جمع و قصر؛ دعا و ذکر کی کثرت
مزدلفہ و منیٰ	مزدلفہ میں رات و نمازوں کا جمع؛ رمی، قربانی، حلق کی ترتیب
اختتام	طوافِ زیارت؛ ایامِ تشریق کی رمی؛ روانگی سے قبل طوافِ وداع

طوافِ وداع، قربانی اور حجۃ الوداع کا پیغام

مناسک کے آخری مرحلے میں طوافِ زیارت (افاضہ) آتا ہے جو حج کے ارکان میں شامل ہے اور اس کے بعد حاجی کے لیے احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ ایامِ تشریق کے بعد مکہ سے روانگی سے قبل طوافِ وداع کی تعلیم بھی کتاب میں آئی ہے کہ حاجی کا آخری کام بیت اللہ کا طواف ہو، البتہ حیض والی عورت کے لیے اس میں رخصت کی روایت بھی موجود ہے جو اس شریعت کی آسانی کو ظاہر کرتی ہے۔ قربانی کے باب میں ہدی کے جانور کی فضیلت، اس کی صحت و عیوب سے پاک ہونے کی شرائط اور گوشت کے استعمال سے متعلق روایات درج ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی سنتِ ابراہیمی کی یاد اور تقویٰ کا عمل ہے، اللہ کو نہ گوشت پہنچتا ہے نہ خون، بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ کتاب الحج کی تعلیمات کا

نقطۂ عروج حجۃ الوداع کا مجموعی بیان ہے: اس ایک حج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً تمام مناسک سکھا دیے، حرمتِ جان و مال و عزت کا اعلان فرمایا اور امت کو یہ پیغام دیا کہ مناسک مجھ سے سیکھ لو، شاید اس سال کے بعد میں تم سے نہ مل سکوں۔ بیہقی نے اس موقع کی روایات کو اپنے ابواب میں تقسیم کر کے ہر مسئلے کے تحت رکھا ہے، اس لیے ان کی کتاب پڑھنے والا گویا حجۃ الوداع کی سیر بھی کر رہا ہے اور فقہی رہنمائی بھی پاتا ہے۔ اس نوٹ کا حاصل یہ ہے کہ سننِ بیہقی کی روشنی میں حج عبادت، نظم و ضبط، برابری اور سنت کی کامل پیروی کا مجموعہ ہے، اور اسی صورت میں یہ گناہوں سے پاکیزگی اور جنت کی بشارت کا ذریعہ بنتا ہے جس کا وعدہ احادیث میں آیا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ سننِ بیہقی، خصوصاً اس کے کتاب الحج، کی روشنی میں حج کی تعلیمات ایک مکمل نظام ہیں۔ استطاعت پر فرضیت، مبرور حج کی جنت کی بشارت، مواقیت و احرام و تلبیہ کی ابتدا، طواف و سعی کی سنتیں، وقوفِ عرفات کو حج کا قلب قرار دینا، مزدلفہ و منیٰ میں رمی و قربانی و حلق کی ترتیب، ایامِ تشریق کی تعلیمات اور طوافِ وداع پر اختتام۔ امام بیہقی نے یہ روایات مکمل اسانید اور آثارِ صحابہ و تابعین کے ساتھ جمع کر کے محقق و حاجی دونوں کے لیے مستقل مصدر بنا دیا ہے۔ طالب علم کے لیے سبق یہ ہے کہ مناسک کی اصل روح سنت کی پیروی، تقویٰ اور نظم ہے، اور جزئی مسائل میں اہلِ علم سے رہنمائی لینا اسی روح کا تقاضا ہے۔

سوال نمبر 4: احادیث کی روشنی میں روزے سے متعلق تعلیمات پر نوٹ (دوبارہ درج شدہ سوال) (20 نمبر)

سوال نمبر 4: احادیث کی روشنی میں روزہ سے متعلق تعلیمات پر نوٹ لکھیں۔ (20)

تعارف اور وضاحت

ایک شفاف وضاحت: امتحانی مشق نمبر 2 کے سوال نمبر 1 اور سوال نمبر 4 میں سوالنامے میں ایک ہی عبارت چھپی ہے، یعنی "احادیث کی روشنی میں روزہ سے متعلق تعلیمات پر نوٹ لکھیں"۔ یہ تکرار سوالنامے ہی کی ہے، اس لیے اس گائیڈ میں دونوں سوالوں کے مکمل جوابات دیے گئے ہیں، البتہ سوال نمبر 1 میں عمومی و فضائلی پہلو اور سوال نمبر 4

میں عملی و احکامی پہلو کو مرکز بنایا گیا ہے تاکہ طالب علم دونوں جوابات سے الگ الگ فائدہ اٹھا سکے اور اسے یہ بھی معلوم رہے کہ امتحان میں جو سوال جس نمبر پر آئے اسی کے مطابق جامع جواب لکھنا ہے۔ اس جواب کا محور روزے کے وہ عملی پہلو ہیں جن کا روزمرہ زندگی سے براہِ راست تعلق ہے: نیت اور اس کا وقت، روزہ توڑنے اور نہ توڑنے والے امور کی اصولی شناخت، بھول و خطا کی صورتیں، مجبوری و رخصت کی حالتیں، قضا و کفارے کے عمومی اصول، اعتکاف و لیلۃ القدر، نفلی روزے، اور روزے کے طبی و معاشرتی فوائد کی طرف احادیث کے اشارات۔ یہ تمام نکات اپنے الفاظ میں اور دلائل کے مفاہیم کی نسبت کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں؛ جزئی مسائل میں مکاتبِ فقہ کے درمیان تفصیلی اختلافات موجود ہیں، اس لیے یہاں غیر اختلافی اصول بیان کیے گئے ہیں اور اختلافی جزئیات کے لیے درسی کتاب و مستند علماء کی طرف رجوع کی ہدایت کی گئی ہے، کیونکہ کسی فرد خاص کے مسئلے کا حکم دینا اس نوٹ کا کام نہیں۔

نیت اور روزے کا آغاز و انجام

احادیث کی پہلی عملی تعلیم نیت کے بارے میں ہے: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اور فرض روزے کے لیے فجر سے پہلے نیت کا پختہ ارادہ ضروری قرار دیا گیا ہے، جبکہ نفلی روزے میں دن کے اندر بھی نیت کی گنجائش کی روایات موجود ہیں بشرطیکہ اس سے پہلے کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ محض عادت یا رسم نہیں بلکہ شعوری عبادت ہے جس کا آغاز دل کے ارادے سے ہوتا ہے۔ دوسری تعلیم اوقات کے بارے میں ہے: روزہ طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک ہے، سحری کو اس حد تک مؤخر کرنا افضل ہے کہ فجر سے قریب ہو جائے، اور افطار میں غروب یقینی ہونے کے بعد تاخیر نہیں کرنی چاہیے؛ ستارے نکلنے اور رات کے پھیلنے کو غروب کی علامت کے طور پر بھی روایات میں بیان کیا گیا ہے۔ تیسری تعلیم چاند کے بارے میں ہے: چاند دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند دیکھ کر ہی عید کرو، اور اگر بادل ہو تو مہینے کے تیس دن پورے کرنے کی ہدایت ہے؛ اس سے اجتماعی نظام پیدا ہوتا ہے کہ پوری کمیونٹی ایک ساتھ عبادت کا آغاز و اختتام کرتی ہے۔ چوتھی تعلیم یہ ہے کہ روزے دار کو اپنے اوقات کا حساب کتاب اور جماعت و تراویح کے نظام سے جڑ کر چلنا چاہیے تاکہ یہ عبادت انفرادی کوشش سے بڑھ کر اجتماعی روحانی ماحول بن جائے۔ ان بنیادی تعلیمات کو سمجھ لینے سے روزے کی باقی جزئیات کا فہم آسان ہو جاتا ہے۔

روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے اور کن سے نہیں — اصولی رہنمائی

احادیث سے اس باب میں چند روشن اصول ملتے ہیں۔ پہلا اصول یہ ہے کہ قصداً کھانا پینا اور اس کے قائم مقام چیزیں روزے کو توڑتی ہیں، اور یہی روزے کی تعریف کا لازمی حصہ ہے۔ دوسرا اصول بھول کی رعایت ہے: جو شخص بھول کر کھا پی لے اس کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ اپنا روزہ پورا کرے، اسے اللہ نے کھلایا پلایا ہے؛ یہ تعلیم اللہ کی رحمت اور دین کی آسانی کو ظاہر کرتی ہے۔ تیسرا اصول بے اختیار قے اور احتلام جیسی صورتوں کے بارے میں نرمی کا ہے کہ یہ صورتیں انسان کے اختیار سے باہر ہیں، جبکہ خود قے کرنے کی صورت کا حکم الگ بیان ہوا ہے؛ ان تفصیلات کو اسی اصول پر سمجھا جاتا ہے کہ شریعت اختیار و قصد کو دیکھتی ہے۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ روزے کی حالت میں مسواک، سرمہ اور اس جیسی عام اجازت والی چیزیں نبوی عمل سے ثابت ہیں اور غسل کر کے ٹھنڈک حاصل کرنا بھی عملِ نبوی سے منقول ہے، لہٰذا روزے دار کو وسوسوں میں نہیں پڑنا چاہیے۔ پانچواں اصول یہ ہے کہ بلاضرورت چکھنے یا کلی میں مبالغے سے احتیاط کی تعلیم بھی موجود ہے تاکہ کوئی چیز حلق تک نہ پہنچے۔ چونکہ جدید دور کے علاج معالجے، انجیکشن اور دیگر نئی صورتوں کے بارے میں اہلِ علم کی مفصل تحقیقات موجود ہیں اور ان میں آراء بھی مختلف ہیں، اس لیے اس نوٹ میں ان کا فیصلہ نہیں کیا گیا؛ طالب علم کو ان مسائل میں اپنے مستند مفتی یا عالم سے رجوع کرنا چاہیے۔ اتنا اصولی خاکہ احادیث سے ثابت ہے جس پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ روزہ نیت کے ساتھ اختیار سے کھانے پینے سے رکنے کا نام ہے، اور بھول و بے اختیاری کی رعایت اس کے مفاہیم میں شامل ہے۔

جدول 1: روزے کے عملی احکام — اصولی خاکہ

حدیثی اصول	موضوع
فرض روزے میں فجر سے پہلے ارادہ؛ نفل میں دن کے اندر بھی گنجائش کی روایات	نیت
روزہ برقرار؛ اللہ کی طرف سے کھلایا پلایا سمجھا جائے گا	بھول کر کھانا پینا
رخصت ثابت؛ صحت و اقامت کے بعد قضا	بیماری و سفر

بلا عذر قصداً افطار کی صورت میں ترتیب وار اصول فقہی کتب سے	قضاو کفارہ
آخری عشرے میں اعتکاف کی سنت؛ طاق راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش	اعتکاف ولیلۃ القدر

قضا، کفارہ اور رخصتوں کے عمومی اصول

احادیث و قرآن کی روشنی میں روزوں کی کمی پوری کرنے کا نظام بھی واضح ہے جس کے تحت بیماری یا سفر کی وجہ سے روزے چھوڑے وہ دوسرے دنوں میں اتنے ہی روزے رکھے؛ یہ قضا کا عمومی اصول ہے۔ جس نے رمضان کا روزہ بلا عذر جان بوجھ کر توڑا اس کے بارے میں سخت احکام آئے ہیں اور قضا کے ساتھ کفارے کی ترتیب فقہی کتب میں اس حدیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے جس میں ایک شخص کے واقعے پر غلام آزاد کرنے، مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کی ترتیب بیان ہوئی؛ یہ روایت صحیحین میں موجود ہے اور فقہاء نے اس سے کفارے کے اصول اخذ کیے ہیں۔ دائمی بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے سے قطعی عاجز شخص کے لیے فدیہ، یعنی مسکین کو کھانا کھلانے، کا اصول بھی نصوص سے لیا گیا ہے۔ اسی طرح فوت شدہ شخص کے ذمہ قضا روزوں کے بارے میں ولی کے روزہ رکھنے کی حدیث بھی مشہور ہے۔ ان تمام اصولوں کا اجتماعی پیغام یہ ہے کہ عبادت کی کمی کو پورا کرنے کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے، گناہ کی تلافی کا نظام موجود ہے اور کسی بھی حالت میں مایوسی کی گنجائش نہیں۔ تاہم یہ پھر واضح رہے کہ کس فرد پر قضا ہے یا کفارہ اور اس کی مقدار و صورت کیا ہو گی، یہ مسئلہ اس کے حالات سن کر اہلِ علم دیتے ہیں؛ یہاں صرف وہ اصولی چار ڈھانچہ بیان کیا گیا ہے جو نصوص میں موجود ہے، اور یہی درسی سوال کا تقاضا بھی ہے۔

اعتکاف، لیلۃ القدر اور نفلی روزے

رمضان کے آخری عشرے کی دو عظیم تعلیمات اعتکاف اور لیلۃ القدر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان کے آخری دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور وفات تک یہ معمول جاری رہا، اور آپ کے بعد ازواجِ مطہرات نے بھی اس سنت کو قائم رکھا؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے کی عبادت کا حسنِ اختتام دنیا سے کٹ کر مسجد میں اللہ کی عبادت میں گزارنے پر ہے۔ لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر کہا گیا ہے اور اسے رمضان کی آخری دس طاق راتوں میں تلاش کرنے کی تعلیم دی گئی ہے؛ اس رات کے قیام کو

بھی ایمان و احتساب کے ساتھ مغفرت سے جوڑا گیا ہے، اور اس میں پڑھی جانے والی مشہور دعا کا مفہوم اللہ سے عفو و درگزر کی طلب ہے۔ رمضان کے بعد نفلی روزوں کی تعلیمات بھی اسی باب کا حصہ ہیں: شوال کے چھ روزوں کو رمضان کے ساتھ ملا کر گویا ہمیشہ کے روزے کے برابر اجر سے جوڑا گیا ہے، یومِ عرفہ کے روزے کو دو سال کے گناہوں کا کفارہ اور یومِ عاشورا کے روزے کو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بتایا گیا ہے، سوموار و جمعرات کو اعمال پیش ہونے کی وجہ سے ان دنوں کے روزوں کی پسندیدگی بیان ہوئی ہے، اور ہر مہینے کے تین روزوں (ایامِ بیض) کو پورے زمانے کے روزوں کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں صرف جمعے کو یا صرف ہفتے کو روزے کے لیے خاص کرنے کی ممانعت اور عیدین میں روزے کی حرمت بھی احادیث ہی کی تعلیم ہے، جس سے اعتدال کا مزاج مکمل ہوتا ہے۔ ان تعلیمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ روزے کی عبادت رمضان تک محدود نہیں بلکہ پورے سال کی روحانی زندگی کا منظم پروگرام ہے۔

روزے کے فوائد کی طرف احادیث کے اشارات اور خلاصۂ نوٹ

احادیث میں روزے کے فوائد کا ذکر براہِ راست کئی جہتوں سے آیا ہے۔ روحانی فائدہ تقویٰ ہے جسے قرآن نے روزے کا مقصد قرار دیا اور احادیث نے اس کی تفصیل دی کہ روزہ شہوتوں کو توڑتا ہے، اسی لیے نکاح کی استطاعت نہ رکھنے والے نوجوانوں کو روزے کی ہدایت کی گئی کیونکہ روزہ ان کے لیے ڈھال و حفاظت ہے۔ جسمانی پہلو میں صبر و ضبط کی وہ تربیت شامل ہے جو انسان کو عادات پر قابو سکھاتی ہے، اور جدید دور میں طبی فوائد پر ہونے والی گفتگو سے ہٹ کر اتنا کہنا کافی ہے کہ احادیث کا مقصد علاج بتانا نہیں بلکہ عبادت کے ساتھ نفس کی اصلاح ہے۔ معاشرتی فائدہ بھوک کے تجربے سے پیدا ہونے والی ہمدردی، سخاوت اور افطار کرانے کی ترغیب میں ظاہر ہے، جس سے معاشرے میں غرباء کا حصہ بڑھتا ہے۔ اخلاقی فائدہ جھوٹ، غیبت اور لڑائی جھگڑے سے اجتناب ہے جس کے بغیر روزے کو نامکمل قرار دیا گیا ہے۔ اس نوٹ کا مجموعی خلاصہ یہ ہے کہ سوال نمبر 1 میں ہم نے روزے کی فضیلت و تربیت کا پہلو دیکھا اور اس سوال میں اس کے عملی احکام: نیت و اوقات، مفطرات کے اصول، قضا و کفارے و فدیے کا چار ڈھانچہ، اعتکاف و لیلۃ القدر اور نفلی روزوں کا سالانہ پروگرام۔ یہی وہ تعلیمات ہیں جو احادیث کی روشنی میں روزے کو ایک مکمل عبادتی نظام بناتی ہیں۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث کی روشنی میں روزے کی عملی تعلیمات نیت و اوقات کی پابندی سے شروع ہو کر مفطرات کے واضح اصولوں، بھول و بے اختیاری میں رحمت بھری رعایت، بیماری و سفر کی رخصت و قضا، بلا عذر افطار پر کفارے کی ترتیب، دائمی عجز پر فدیے، اعتکاف و لیلۃ القدر کی آخری عشرے کی عبادات، اور شوال و عرفہ و عاشوراو ایامِ بیض کے نفلی روزوں کے سالانہ نظام تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ تمام تعلیمات روزے کو تکلیف کے بجائے تربیت و رحمت کا ذریعہ بناتی ہیں۔ طالب علم کے لیے عملی اصول یہ ہے کہ اصولی مسائل اسی طرح سمجھے اور لکھے، اور جزئی و ذاتی مسائل میں مستند اہلِ علم کی رہنمائی حاصل کرے، کیونکہ یہی علمی امانت اور دینی احتیاط کا تقاضا ہے۔

سوال نمبر 5: مسانیدِ ابی حنیفہ کا تعارف (20 نمبر)

سوال نمبر 5: مسانیدِ ابی حنیفہ کا تعارف کرائیں۔ (20)

تعارف

سوال میں "مسانیدِ ابی حنیفہ" کا تعارف مطلوب ہے۔ یہ عنوان امام ابو حنیفہ (80ھ تا 150ھ) سے مروی احادیث کے ان مجموعوں کی طرف اشارہ ہے جو ان کے تلامذہ اور بعد کے محدثین نے ان کی اسانید کے ساتھ مرتب کیے اور جو "مسند ابی حنیفہ" یا اس کی جمع "مسانید" کے نام سے مشہور ہوئے، جن میں سب سے جامع صورت "جامع المسانید" کی ہے۔ اس تعارف کے لیے پہلے مسند کی اصطلاح سمجھنا ضروری ہے، پھر یہ جاننا کہ امام صاحب سے روایت کیسے منتقل ہوئی، کن کن اصحاب نے ان کی روایات جمع کیں، جامع المسانید کی تالیف کیسے ہوئی، ان مجموعوں کا موضوع و ترتیب کیا ہے، اور اہلِ علم کے ہاں ان کا مقام کیا ہے۔ ساتھ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہ بنیادی طور پر فقیہ و مجتہد تھے اور خود انہوں نے کوئی کتاب بطورِ مسند مدون نہیں کی تھی؛ یہ مجموعے ان کے تلامذہ کی روایت کردہ کتاب الآثار اور دیگر روایات سے تشکیل پائے ہیں۔ اس لیے اس تعارف میں جہاں تاریخی دعوے ہیں وہ معتبر تراجم و تاریخِ حدیث کے خاکے کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں، اور جہاں علماء کی آراء مختلف ہیں وہاں متوازن ذکر کر دیا گیا ہے، کیونکہ مصادر کے تعارف میں مصنف و کتاب کے ساتھ ان پر ہونے والی علمی گفتگو کا ذکر بھی سچی تصویر کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

مسند کی تعریف اور ابو حنیفہ سے روایت کا پس منظر

اصطلاحِ حدیث میں "مسند" اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو صحابہ کے ناموں کے تحت یا کسی امام کی اسانید کے تحت مرتب کیا گیا ہو، یعنی ترتیب موضوع کے بجائے راوی یا سند کی بنیاد پر ہو، جیسے مسند احمد بن حنبل صحابہ کی ترتیب پر ہے۔ اسی اصطلاح کے وسیع مفہوم میں کسی امام سے مروی روایات کو اس کی طرف نسبت کر کے جمع کر دینا بھی مسند کہلاتا ہے، اور مسانیدِ ابی حنیفہ اسی دوسری صورت کی مثال ہیں۔ پس منظر یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کوفہ و حجاز کے متعدد تابعین و ائمہ، خصوصاً اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان، عطاء بن ابی رباح اور دیگر شیوخ، سے احادیث حاصل کیں اور اپنے حلقۂ فقہی دروس کے ساتھ روایات بھی بیان کیں۔ ان کے تلامذہ نے ان روایات کو کتابوں میں محفوظ کیا، جن میں سب سے پہلی اور بنیادی صورت "کتاب الآثار" ہے، جو امام محمد بن حسن شیبانی اور امام ابو یوسف دونوں کی روایت سے الگ الگ منقول ہے۔ انھی آثار و مرفوع روایات، اور ان کے دوسرے تلامذہ حسن بن زیاد، حماد بن ابی حنیفہ (فرزند)، زفر بن ہذیل وغیرہ سے منقول روایات، کو بعد کے محدثین نے الگ الگ "مسند" کی صورت میں جمع کیا؛ اسی وجہ سے یہ کتابیں ایک نہیں متعدد ہوئیں اور ان کی جمع "مسانید" کہلائی۔ اس پس منظر سے یہ بنیادی نکتہ واضح ہو جاتا ہے کہ مسانیدِ ابی حنیفہ کا مطالعہ دراصل امام صاحب کی روایت کردہ حدیث و آثار کے پھیلاؤ اور ان کے تلامذہ کی تدوینی محنت کا مطالعہ ہے۔

اہم مسانید اور ان کے مرتبین

تاریخِ حدیث کی کتابوں کے بیان کے مطابق امام ابو حنیفہ سے مروی روایات کے تقریباً پندرہ مسانید تیار ہوئے، جن میں سے نمایاں وہ ہیں جو ان کے قریبی تلامذہ و رواۃ کی طرف منسوب ہیں۔ ان میں امام ابو یوسف کی روایت کا مسند، امام محمد بن حسن شیبانی کی روایت کا مسند (جو کتاب الآثار کی بنیاد پر ہے)، امام حسن بن زیاد اللؤلؤی کی روایت کا مسند، امام حماد بن ابی حنیفہ کی روایت کا مسند، حافظ ابو محمد الحارثی کی جمع کردہ روایات، اور ابو نعیم اصفہانی سمیت دیگر محدثین کی جمع کردہ روایات شامل ہیں۔ ان مسانید کی اہمیت اس لیے ہے کہ ہر راوی نے اپنے سماع کے مطابق روایات کو محفوظ کیا، اس لیے ان میں کمی بیشی اور ترتیب کا فرق فطری ہے، تاہم مجموعی ذخیرہ امام صاحب کی روایت کا ایک بڑا نقشہ پیش کرتا ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں امام محمد بن محمود الخوارزمی (وفات 665ھ) نے ان بکھری ہوئی مسانید کو ایک جا کرنے کی عظیم خدمت انجام دی اور "جامع مسانید الإمام

الأعظم" کے نام سے ان پندرہ مسانید کو فقہی ابواب کی ترتیب پر جمع کر دیا؛ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی اور آج مسانیدِ ابی حنیفہ تک رسائی کا سب سے آسان و جامع ذریعہ یہی ہے۔ بعد میں بھی اس ذخیرے پر کام ہوتا رہا، مختصرات و تخریجات تیار ہوئیں اور جدید اشاعتوں میں اس پر تحقیق بھی شامل ہوئی۔ یہ تفصیل بتاتی ہے کہ مسانید کی تاریخ امام صاحب کی زندگی سے لے کر ساتویں صدی کی تدوین اور آج کی اشاعت تک ایک تسلسل کی صورت میں موجود ہے۔

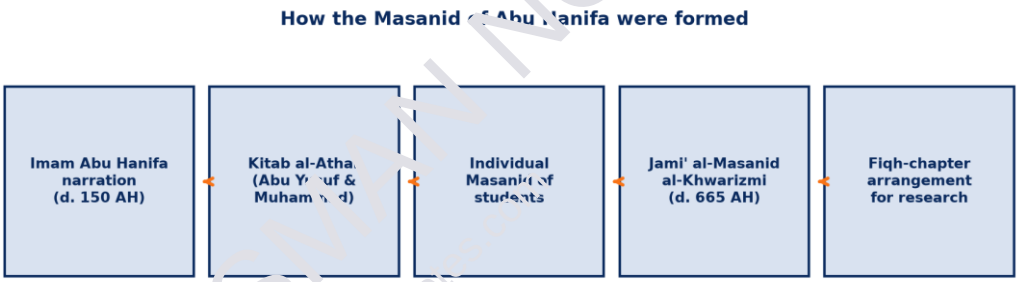
جدول 1: مسانیدِ ابی حنیفہ — اہم مراحل و مرتبین

خدمت	مرحلہ / مرتب
تابعین و ائمہ سے روایت؛ حلقے میں احادیث و آثار کی تعلیم	امام ابو حنیفہ (80ھ تا 150ھ)
امام صاحب کی روایات کی اولین مدون صورت	امام ابو یوسف و امام محمد (روایتِ کتاب الآثار)
انفرادی مسانید کی صورت میں روایات کا تحفظ	حسن بن زیاد، حماد بن ابی حنیفہ و دیگر رواۃ
پندرہ مسانید کو فقہی ترتیب پر "جامع المسانید" میں یکجا کرنا	امام محمد بن محمود الخوارزمی (وفات 665ھ)

مسانید کا موضوع، ترتیب اور خصوصیات

مسانیدِ ابی حنیفہ کا موضوع وہ مرفوع احادیث اور موقوف و مقطوع آثار ہیں جو امام صاحب نے اپنے شیوخ سے روایت کیے اور جن کا بڑا حصہ فقہی مسائل سے متعلق ہے، کیونکہ امام صاحب کی مجلس فقہ کی مجلس تھی اور روایات بھی زیادہ تر احکام کے استدلال کے تناظر میں آتی تھیں۔ اسی لیے جامع المسانید میں خوارزمی نے ابواب کی ترتیب فقہی رکھی ہے: طہارت سے شروع کر کے عبادات، معاملات اور دیگر ابواب تک، تاکہ فقیہ کو ہر مسئلے میں امام صاحب کی مستند روایات ایک جگہ مل جائیں۔ ان مجموعوں کی پہلی خصوصیت اسناد کا تحفظ ہے: ہر روایت امام صاحب سے اوپر کے سلسلے کے ساتھ نقل ہوئی ہے، جس سے ان کے شیوخ کی فہرست اور ان کے علمی روابط کا نقشہ بنتا ہے۔ دوسری خصوصیت آثارِ صحابہ و تابعین کی کثرت ہے، کیونکہ کوفے کی فقہی روایت، خصوصاً سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ و سیدنا علیؓ کے آثار اور ابراہیم نخعی جیسے تابعین کے اقوال، اس

ذخیرے کا قیمتی حصہ ہیں۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان روایات سے امام صاحب کے فقہی استدلال کی جڑیں واضح ہوتی ہیں، یعنی یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی فقہ قیاس کے ساتھ ساتھ روایت و اثر پر بھی قائم تھی۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مجموعے کچھ ایسی روایات بھی محفوظ کرتے ہیں جو دوسری کتب میں کم ملتی ہیں، اس لیے محققین کسی مسئلے کی تخریج میں ان سے بھی رجوع کرتے ہیں۔ البتہ ہر متیا ابھی انہی خصوصیات کے ساتھ جڑی ہے کہ ان میں ہر درجے کی روایات موجود ہیں، اس لیے ہر روایت کے درجے کی جانچ اس کی اپنی سند کے اعتبار سے کرنا ضروری ہے، جیسا کہ دیگر مسانید کے ساتھ کیا جاتا ہے۔



شکل 1: مسانیدِ ابی حنیفہ کی تشکیل کے مراحل — روایت سے جامع المسانید تک

اہلِ علم کے ہاں مسانید کا مقام اور ان پر علمی گفتگو

اہلِ علم نے مسانیدِ ابی حنیفہ کو فقہِ حنفی کے مصادر میں اہم مقام دیا ہے، کیونکہ یہی وہ ذخیرہ ہے جس سے امام صاحب کی حدیثی نسبت اور ان کے دلائل کی بنیادیں محقق کے سامنے آتی ہیں۔ شراحِ ہدایہ و دیگر فقہاء نے مسائل کی تخریج میں ان روایات سے استفادہ کیا ہے اور محدثین نے بھی ان ذخائر کو اپنے کام میں شامل کیا ہے۔ اس کے ساتھ علمی دیانت کا تقاضا ہے کہ اس باب میں ہونے والی تاریخی گفتگو کا بھی ذکر ہو: امام صاحب کے حفظ و روایت کے بارے میں بعض قدیم نقاد نے کلام کیا ہے، جبکہ دیگر کبار نقاد و محدثین نے ان کی ثقاہت و عدالت کی تصریحات بھی کی ہیں، اور بعد کے محققین نے ان دونوں قسم کی آراء کو جمع کر کے متوازن موقف پیش کیے ہیں کہ وہ امامِ فقہ ہونے کے ساتھ روایت میں بھی معتبر ہیں، اگرچہ روایت ان کا مرکزی میدان نہیں تھا۔ اسی طرح مسانید کے بعض نسخوں اور بعض روایات کے درجے پر بھی تحقیقی کلام موجود ہے۔ طالب علم کے لیے درست منہج یہ ہے کہ وہ ان مجموعوں سے اسی طرح استفادہ کرے جیسے دیگر مسانید و آثار سے کرتا ہے: سند دیکھے، درجہ جانے، اور استدلال میں مکمل تحقیق سے کام لے۔ یہی

احتیاط ان کتابوں کو ان کا صحیح مقام دیتی ہے اور ان کے تعارف کو یک طرفہ تعریف یا یک طرفہ تنقید کے بجائے علمی تصویر بناتی ہے، اور یہی وہ توازن ہے جو اس کورس کے مطالعۂ مصادر کا اصل مقصد ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ مسانیدِ ابی حنیفہ سے مراد امام ابو حنیفہ سے مروی احادیث و آثار کے وہ مجموعے ہیں جو ان کے تلامذہ، خصوصاً ابو یوسف و محمد کی کتاب الآثار کی روایت اور دیگر رواۃ کے انفرادی مسانید، کی صورت میں محفوظ ہوئے اور جنہیں محمد بن محمود الخوارزمی (وفات 665ھ) نے "جامع المسانید" میں تقریباً پندرہ مسانید کو فقہی ابواب کی ترتیب پر یکجا کر دیا۔ ان کا موضوع احکام سے متعلق روایات و آثار ہے، ان کی خصوصیات میں اسناد کا تحفظ، آثارِ کوفہ کی کثرت اور استدلالِ حنفی کی بنیادوں کی وضاحت شامل ہے، اور ان کا صحیح استعمال ہر روایت کے درجے کی تحقیق کے ساتھ ہی مفید ہے۔ یہ مجموعے اس حقیقت کی دستاویزی دلیل ہیں کہ فقہِ حنفی کی عمارت روایت و اثر کی مضبوط بنیاد پر بھی قائم ہے۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com